

28
32

ہفت روزہ

خدا مالدین

بمیک
شیخ الفیہ حضرت مولانا علی
شیراز دارالدرازہ لاہور

۲۶ ربیع الثانی ۱۳۰۳ھ
۱۱ فروری ۱۹۸۳ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین لاہور

مدیہ
دوروی

احادیث الرسول

ترجمہ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَضْطَرَّ أَلْيَاتُ نِسَاءِ دَوْمِ حَوْلَ ذِي الْخَلَصَةِ وَ ذُو الْخَلَصَةِ طَارِعَةٌ دَوْمِ الَّتِي كَانُوا يَعْبُدُونَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ - متفق عليه -

ترجمہ: ابی ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت نہیں آئے گی یہاں تک کہ دوس کے قبیلہ کی عورتوں کے سرین ذی الخلفہ کے گرد ملیں گے اور ذوالخلفہ قبیلہ دوس کے بت کا نام ہے جسے وہ جاہلیت میں پوجا کرتے تھے۔

إِنَّ ذَلِكَ تَأَمَّنَا قَالَ إِنَّهُ سَيَكُونُ مِنْ ذَلِكَ مَا شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ يَبْعَثُ اللَّهُ رِيحًا طَيِّبَةً فَتَوُفِّي كُلُّ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِّنْ خَرَدَلٍ مِّنْ إِيْمَانٍ فَيَبْقَى مَنْ لَا خَيْرَ فِيهِ فَيُوجِعُونَ إِلَى دِينِ آبَائِهِمْ - رواه مسلم -

ترجمہ: عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے فرماتے تھے رات اور دن نہیں جائیں گے یہاں تک کہ پھر لات اور عزی کی عبادت کی جائے گی۔ میں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! میں تو خیال کرتی تھی۔ جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما دی ہے۔ اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دینے دے کر بھیجا ہے تاکہ اسے تمام دینوں پر غالب کرے اگرچہ مشرک اسے ناپسند کریں تو یہ اعلان قیامت تک پورا ہونے والا ہے۔ آپ نے فرمایا، جب

ترجمہ: عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے فرماتے تھے رات اور دن نہیں جائیں گے یہاں تک کہ پھر لات اور عزی کی عبادت کی جائے گی۔ میں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! میں تو خیال کرتی تھی۔ جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما دی ہے۔ اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دینے دے کر بھیجا ہے تاکہ اسے تمام دینوں پر غالب کرے اگرچہ مشرک اسے ناپسند کریں تو یہ اعلان قیامت تک پورا ہونے والا ہے۔ آپ نے فرمایا، جب

عارفانہ ارشادات

- نیکی کی منزل اس کو ملتی ہے جو گناہوں کی وادی سے دامن بچاتا ہوا نکل جائے۔ (حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی)
- جس شخص کے دل میں خوف خدا جاگزیں ہوتا ہے اس کے منہ سے کوئی غیر مفید بات نہیں نکلتی۔ خوف خدا دنیا کی محبت اور شہوت کو فراموش کر دیتا ہے۔
- علم ایمان کی بہترین دلیل ہے۔ (حضرت خواجہ فیصل بن غویں)
- حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی (رحمہ اللہ)
- مرسلہ: عاطف اور واصف

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا يَذُوقُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ حَتَّى يُعْبَدَ اللَّاتُ وَالْعُزَّى فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ كُنْتُ لَا ظَنِّي حِينَ أَنْزَلَ اللَّهُ هُوَ الْكَذِبِيُّ أَسْأَلُ رَسُولَهُ بِاللَّهِ وَ دِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَ لَوِ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ

بسم اللہ الرحمن الرحیم



جلد ۲۸ • شمارہ ۳۲

جمعیۃ المبارک

۱۱ فروری ۱۹۸۳ء

رئیس الادارہ

شیخ التفسیر حضرت مولانا عبدالرشید انور

مجلس ادارت

مولانا محمد اجمل قادری
محمد سعید الرحمن علوی
ظہیر علیہ ایم ایل ایم بی



دفاتر

کراچی: خدام الدین مکتب
لاہور: خدام الدین مکتب
اسلام آباد: خدام الدین مکتب
فیصل آباد: خدام الدین مکتب
پشاور: خدام الدین مکتب
راولپنڈی: خدام الدین مکتب
نور پور: خدام الدین مکتب
بہاولپور: خدام الدین مکتب
میرپور: خدام الدین مکتب
گجرات: خدام الدین مکتب
سوات: خدام الدین مکتب
بلتستان: خدام الدین مکتب
گلگت: خدام الدین مکتب
برصغیر: خدام الدین مکتب
افغانستان: خدام الدین مکتب
پاکستان: خدام الدین مکتب

بدل اشتراک

سالانہ --- ۱۰۰ روپے
ششماہی --- ۵۰ روپے
سہ ماہی --- ۲۵ روپے
فی پرچہ دو روپے

ارباب اس دردمندانہ استدعا

مولانا عبید اللہ انور راوی ہیں کہ مولانا عبید اللہ سندھی نے اپنے آخری سفر دیوبند میں انہیں دو باتوں کی نصیحت کی۔ جن میں سے ایک پر آج کی صحبت میں گفتگو مقصود ہے۔ بقول مولانا انور امام انقلاب نے فرمایا:۔

”دورۃ حدیث شریف کے بعد بی، اے کی سٹنڈرڈ تک انگریزی زبان میں استعداد جب تک بہم نہ پہنچا تو عملی زندگی میں قدم نہ رکھنا۔“
اس ضمن میں مولانا سندھی نے اپنا جو تجربہ بیان کیا وہ بقول مولانا انور یہ تھا کہ:۔

”دارالعلوم کا نصاب پڑھنے کے بعد نوجوانوں میں بے پناہ صلاحیتیں پیدا ہو جاتی ہیں اور کسی یونیورسٹی کے فضلاء سے ان کا ذہنی ارتقاء کسی طرح کم نہیں ہوتا بلکہ ہم تو تجربہ کے بعد انہیں فائق سمجھتے ہیں، یہ علمی مرتبہ فنون کی کتابیں اور درجہ تکمیل جس میں حجتہ اللہ البالغہ سمجھ کر پڑھی گئی ہو، تب نصیب ہوتا ہے۔“

اب صرف انگریزی زبان کا پردہ نیچے میں حائل رہتا ہے اور ڈائریکٹ میٹھ کے اصول پر عمل کیا جاتے تو یہ چند ماہ کی بات ہے۔ اگر ہمارے طلبہ ذرا سی ہمت کر کے اسے بھی چاک کر ڈالیں تو پھر یہ آج بھی ہر میدان میں اپنی غیر معمولی صلاحیتوں کا لوہا منوا سکتے ہیں۔“

اس کے بعد مولانا نے جو ارشاد فرمایا اس میں انہوں نے واضح کیا کہ حضرت نافو قوی اور حضرت شیخ الہند کی یادگار دارالعلوم کے طلبہ بطوری تجویز پر عمل کر لیں تو آزاد ہندوستان کی زمام قیادت ان کے ہاتھ میں ہوگی۔ آج مولانا سندھی اس دنیا میں نہیں۔ کم و بیش

۴۰ برس ہونے کو ہیں وہ اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ ان سمیت لاتعداد علماء و مصلحین کی کوششوں اور خواہشات کے علی الرغم بر عظیم ملکوں میں بٹ کر انھوں نے روزگار بن گیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ جس "آزاد ہندوستان" کا خواب ان مردانِ حُر نے دیکھا تھا وہ حقیقت کا روپ نہ دھار سکا۔ افسوس اس بات کا ہے کہ مسلمان قوم جس کے حسین ماضی کی یادیں اس بر عظیم کے چہ چہ سے وابستہ تھیں۔ وہ ایک محدود خطہ پر قانع ہو کر رہ گئی۔ اور اس نے اپنے بچاؤ کی دوا اسی عطار کے لونڈے سے حاصل کرنا چاہی جو اس کی بیماری قلب و نظر کا باعث بنا تھا۔ تقسیم کے سبب جو خونی لکیر کھینچی۔ اس کے نتیجہ میں دونوں طرف مسلمان کا حال پتلا ہے اور ہر نازل ہونے والی مصیبت "خانہ افروزی" تلاش کر لیتی ہے۔ ادھر کا مسلمان جسے بڑی بے دردی کے ساتھ بحر ہند میں فرق دینے کا اعلان کیا گیا تھا اپنی غیرت و حیثیت کی بنیاد پر اپنی دینی روایات کو کم از کم سنبھالے بیٹھا ہے۔ لیکن ادھر حال یہ ہے کہ:-

"غیرت نام تھا جس کا گئی تیور کے گھر سے" بے حیثیت کا وبال اس طرح پڑا کہ ہم دین کی برکات سے محروم ہو گئے اور کوئی قوم دین کھو کر دنیا

حاصل کر لے؟ یہ ناممکن ہے، نتیجہ واضح ہے کہ آج ہم ایک جھک منگی قوم بن کر رہ گئے ہیں۔ اور ہنگاموں کی بنیاد پر جینے کی مشق ہماری تمام تر معراج ہے۔ ورنہ دنیا کے کوچہ و بازار میں ہماری سے کوئی حقیقت نہیں۔ بہر طور مولانا سندھی رحمہ اللہ تقاضے کے ارشاد کی روشنی میں آج تو ہمیں محض اپنے ارباب مدارس سے چند گزارشات پیش کرنی ہیں۔ اس طائفہ مقدسہ کے تمام تر احترام کے باوصف ہمیں ڈر بھی بہت لگتا ہے کہ ہم گستاخی و بے ادبی کی تہمت کا کہیں شکار نہ ہو جائیں اور زبانِ فتویٰ کی زد میں نہ آ جائیں لیکن اپنا خون اور مجبوری ہے۔ اس لئے اس کی جسارت و جرأت کر رہے ہیں۔

واقعانہ حال خوب جانتے ہیں کہ تقسیم ملک کے بعد یہاں جو طبقہ برسرِ اقتدار آتا وہ تحریک آزادی کے سفر میں شریک نہ تھا۔ شملہ کی چوٹیوں سے اٹھنے والی "ہما" ان کے سر بیٹی اور انہیں شاہی کا مستحق گردان گئی۔ دس قسم کے جامے بدلنے کے باوجود آج تک ذہن ایک ہے، فکر ایک۔ قومی شعور ہونا تو پہلے دن نظام تعلیم کی اصلاح ہوتی اور لارڈ میکالے کی بدعتِ نفرت کی جو دیوار حائل کر گئی تھی اسے فی الفور توڑ دیا جاتا لیکن اس

دیوار کو مزید مستحکم کیا گیا اور تعلیم کے میدان میں "تنزیت" نے اس طرح اپنی جڑیں مضبوط کیں کہ توبہ بھلی۔۔۔۔۔۔ لارڈ میکالے نظام کی خرابیاں، نقائص، اس پر مرتب ہونے والے نتائج اور اس قسم کی باتوں کے ذکر سے کیا فائدہ؟ "اونٹ رے اونٹ تیری کون سی کل سیدھی" والا معاملہ ہے اس لئے بحث ہی فضول ہے۔ سوال ان اداروں کا ہے جو اپنے آپ کو ولی اللہی اور قاسمی مشن کا وارث و علمبردار خیال کرتے ہیں ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک مدرس و مکاتب نہیں بلکہ دارالعلوم اور جامعات" (۹) کا جال بچھا ہوا ہے۔ ایک محدود ذمہ دار تعداد کو پھوڑ کر اکثریت کو معلوم ہی نہ ہو گا کہ دارالعلوم اور جامعہ کی حقیقت کیا ہے؟ یہی وجہ ہے کہ جب باہر سے کوئی تعلیمی وفد آتا ہے بالخصوص عرب دنیا سے، تو "ہماری جامعات" کے بورڈ پڑھ کر حیران ہوتا اور ہماری شرمندگی کا سامان فراہم کرتا ہے۔ آج کے دور میں بھی حالت یہ ہے کہ ان "جامعات" میں آپ کو ایک سو سے زیادہ مجموعی درس کتابوں کا نصف کے قریب حصہ منطق و فلسفہ کی کتابوں پر مشتمل نظر آئے گا۔ علم کلام وہ پڑھایا جائے گا جس کا آج

دنیا میں وجود نہیں۔ نفس قرآن پڑھانے جانے کا نام و نشان نہیں، فقہ کی کتابیں اس طرح پڑھائی جاتی ہیں کہ عبادات والا حصہ تو اختلافی مباحث کے ساتھ بڑے اہتمام سے ہوتا ہے لیکن اس کے آگے مسئلہ معاملات وغیرہ کا آتا ہے تو یا کتابیں بند ہو جاتی ہیں یا ورق گردانی کا چکر شروع ہو جاتا ہے۔ ایک خاص نظم کے ساتھ فقہی کتابوں کی تعلیم کے ساتھ ساتھ ضروری امر یہ تھا کہ طلبہ کی اس طرح تعلیم و تربیت ہوتی کہ وہ فقہی ذوق سے آشنا ہو جاتے اور دورِ حاضر کے چیلنج کا مقابلہ کر سکتے۔

حدیث کی تدریس میں حنفی محدثین کی کتابوں کے ساتھ بے اعتنائی پورے شباب پر ہے اور پھر جس انداز سے حدیث کی تدریس ہوتی ہے وہ بجائے خود ایک المیہ ہے۔ محدث کبیر مولانا محمد زکریا سہارنپوری قدس سرہ کے بقول ۳ رکعت کی نماز میں تکبیر تحریمہ سے سلام تک ائمہ کے ۲۰۰ اختلافات موجود ہیں لیکن ۳ مسائل پر اس طرح ہنگام ہوتا ہے کہ تدریس کے وقت کا معقول حصہ ان کی تذکرہ ہو جاتا ہے۔ او "پھر" کتابیں ختم کرانے کے لئے رات اور دن جس طرح ورق گردانی ہوتی ہے۔ اس کے نتیجہ میں حدیث کا صحیح ذوق طلبہ میں پیدا ہو، وہ

رواں دواں زندگی کے ابھرتے ہوئے مسائل کا حل اس چشمہ صافی سے پیش کر سکیں؟ ناممکن اور بالکل ناممکن۔۔۔۔۔۔ پھر آگے بڑھیں تو طلبہ کو چھوڑ کر اساتذہ کی بھرپور اکثریت عربی زبان و ادب کی گہرائیوں سے ناواقف چھ جائیکہ ہم انگریزی کا ذکر کریں۔۔۔۔۔۔ جس کی بین الاقوامی حیثیت بہر طور مستحکم ہے۔۔۔۔۔۔ بے خبر مقررین یورپ جاتے ہیں وہاں چند رٹی رٹائی تقریریں کر کے تنور شکم بھر کر واپس آ جاتے ہیں اس سے آگے کچھ نہیں ہوتا۔ یہ تمام باتیں ایسی ہیں کہ ان پر سنجیدگی کے ساتھ توجہ کی ضرورت ہے۔ اگر معاملہ صرف اتنا ہے کہ طلباء دورانِ تعلیم ٹیوشن پڑھائیں اور بعد میں مؤذن و امام بن کر وقت پورا کر لیں اور

بقیہ : مجلس ذکر کی بدعت اور بھٹی ہے۔ درود شریف کے لئے دعو کی ضرورت نہیں۔ اس لئے کثرت کے ساتھ ہر وقت درود شریف پڑھنا بڑے ثواب کا کام ہے۔ اور جن لوگوں کو نبی علیہ السلام کی زیارت مبارکہ کا خواب میں شوق ہوتا ہے ان کے لئے نسخہ کیمیا اور اکسیر درود شریف ہے۔ یہ بات ذہن میں رہے کہ جب خطبہ جمعہ پڑھا جا رہا

ہو تو اس وقت آپ کا نام نامی ام گرامی آئے تو خاموشی اختیار کرے اس وقت درود شریف نہ پڑھے۔ حضرات ائمہ و فقہاء نے لکھا ہے کہ غیر نبی کے صلاۃ و سلام کا لفظ مستحکم مکروہ ہے حضرت امام ابو حنیفہ ابو حنیفہ رحمہ اللہ نقلت کے نزدیک تبعا ایسا ہو سکتا ہے یعنی حضور علیہ السلام پر درود شریف پڑھا جائے تو آپ کی آل (ازواج و متبعین) اور اصحاب پر تبعا پڑھا جا سکتا ہے۔ آج کی صحبت مبارکہ میں اس مقدس عبادت کے متعلق یہ چند گزارشات کر دی گئیں تاکہ ہم، آپ سب اپنے امام و قائد علیہ السلام کا حق عظمت و محبت ادا کرنے کے قابل ہو سکیں۔ اور قیامت کے دن آپ کی شفاعت کے مستحق ہو سکیں کیونکہ بعض امامیہ میں ہے کہ شفاعت کے لئے درود شریف بڑا اثر کی رضا کے لئے صحیح درود پڑھنا ہے وہ ضرور اپنے نبی محترم کی شفاعت سے بہرہ وافر پائے گا۔ اللہ تعالیٰ مجھے آپ کو بکثرت درود شریف کی توفیق دے۔ اللہم صل علی محمد و آل محمد و علیٰ علیہ و آلہ و صحبہ اجمعین۔ و آخر دعوانا ان الحمد و الثناء رب العالمین۔

مجلس ذکر

ضبط و ترتیب : ادارہ

دُرود شریف کے فضائل و مسائل

پیر طریقت حضرت مولانا عبد اللہ انور دامت برکاتہم

بعد از خطبہ مسنونہ :-

بزرگان محترم، برادران عزیز !
سورۃ الاحزاب کی مشہور آیت ہے
اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلَائِکَتَهُ یُصَلُّوْنَ عَلَی
النَّبِیِّ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا صَلُّوا
عَلِیْہِ وَسَلِّمُوا تَسْلِیْمًا۔

یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے
فرشتے رحمت بھیجتے ہیں پیغمبر (صلی اللہ
تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم) پر! اے
ایمان والو! تم بھی آپ (صلی اللہ
تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم) پر رحمت
(درود و سلام) بھیجا کرو (تاکہ
حق عظمت جو تمہارے ذمہ ہے
وہ ادا ہو جائے)۔

صلوٰۃ و سلام کے متعلق علماء
نے لکھا ہے کہ صلوٰۃ کے معنی
دعا اور رحمت کے ہیں، اس لفظ
کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف
ہو تو مراد ہوتی ہے رحمت۔
فرشتوں کی طرف نسبت ہو تو
مراد ہوتی ہے دعا۔ یہی حال
مسلمانوں کا ہے۔ بخاری شریف کی
ایک حدیث میں ہے کہ جب یہ

آیت نازل ہوئی تو ایک صاحب

نے آپ سے سوال کیا کہ اس آیت
میں دو باتوں کا حکم ہے۔ صلوٰۃ اور
سلام۔ ان میں سے سلام کا طریقہ
تو ہمیں انجیت میں ہم جو پڑھتے ہیں
اسلام علیک ایہا النبی۔ صلوٰۃ
کا طریقہ کیا ہے؟ تو آپ نے درود
ابراہیمی کی تلقین فرمائی جو نماز میں
پڑھا جاتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ
سے ایک روایت ہے کہ دعائیں
اس وقت تک رکھی جتنی ہیں جب
تک آپ پر درود نہ پڑھا جائے۔
اسی طرح کی روایت حضرت
عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سے ہے جس سے معلوم ہوتا ہے
کہ بغیر درود شریف دعائیں آسمان
وزمین کے درمیان ٹکی رہتی ہیں۔
درود شریف کے فضائل

تو بے پناہ ہیں سب سے اہم بات
وہ ہے جو خود حضور اکرم نبی رحمت
علیہ السلام نے فرمائی کہ جو مجھ پر
ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ

دس مرتبہ رحمتیں بھیجتے ہیں۔

علماء نے لکھا ہے کہ ساری
عمر میں ایک مرتبہ درود شریف پڑھنا
فرض ہے۔ پھر نماز کے قصدہ میں
اسلام علیک سے خطاب ہوگا تو
روضہ اطہر پر حاضری کے وقت بھی
اسی طرح خطاب ہوگا کہ حضرات علماء
اہلسنت فرماتے ہیں کہ آپ اپنی قبر
انور میں زندہ ہیں جیسا کہ احادیث
سے ثابت ہے اور حدیث میں
ہے کہ قبر انور پر حاضری کے دوران
درود شریف پڑھا جائے تو آپ
سنتے ہیں۔ باقی دور سے پڑھا
جائے تو صیغہ غائب کے ساتھ،
اور افضل ترین درود شریف درود
ابراہیمی ہے۔ دور سے صیغہ غائب
کے ساتھ اس لئے کہ آپ نے
فرمایا جو دور سے پڑھتا ہے اسے
مجھ تک فرشتے پہنچاتے ہیں۔

کسی مجلس میں آپ کا نام
نامی لیا جائے تو ہر بار درود شریف
پڑھنا مستحب اور ایک بار پڑھنا
واجب ہے۔ نہ پڑھنا پرلے درجے
(باقی ۵ پر)

خطبہ جمعہ

ضبط و ترتیب : علوی

فرشتہ راگ و رنگ

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبد اللہ انور مدظلہ

بعد از خطبہ مسنونہ :-

اعوذ باللہ من الشیطن
الرجیم : بسم اللہ الرحمن
الرحیم :-
وَمِنَ النَّاسِ مَن یُّشْرِیْ
لَهُوَ الْحَدِیْثَ لِیُضِلَّ عَن
سَبِیْلِ اللّٰهِ (نہقان ۶)
صدق اللہ العلی العظیم۔

محترم حضرات و معزز خواتین!
اس وقت جو چیزیں ہمارے معاشرے
کو گھسی کی طرح چاٹ رہی ہیں ۴
میں غنا و سماع اور راگ و رنگ
کا فتنہ بڑی نازک صورت اختیار
کر چکا ہے۔ گلی، محلے اور بازاروں
میں ہر جگہ اور ہر دقت یہی کچھ
ہے کہ ملکی و غیر ملکی گانوں کے
کیسٹ چل رہے ہیں، ریڈیو کے
ذریعہ یہ شغل جاری ہے اور ٹی۔ وی
کا شہر بپا ہے اور اس سے آگے
بڑھ کر وی۔ سی۔ آر کی لعنت ہے
ادھر مساجد جو یاد الہی کا مرکز تھیں
وہ محفوظ نہیں اور اکابر و اولیائے
کرام کے مزارات جن کی تعمیر پر

لاکھوں روپیہ خرچ کر کے سنت رسول
کا مذاق اڑایا جاتا ہے وہ اس
مصیبت کا مرکز ہیں۔ فرق صرف اتنا
ہے کہ گلی و بازار میں جو ہوتا ہے
اسے ”غنا“ کا نام دے دیا ہے۔
تو مسجد و مزار پر ہونے والے اعمال
”سماع“ قرار پاتے ہیں۔ سچ پوچھیں
تو دونوں میں وقت کا ضیاع ہے
دونوں سے عقائد و اخلاق متاثر
ہوتے ہیں۔ دونوں ہی کے سبب
فرائض سے غفلت ہوتی ہے۔ اور
دونوں ہی گونا گوں معاشرتی خرابیوں
کا باعث بنتے ہیں۔

آج کی صحبت میں بڑے
اختصار کے ساتھ قرآن و سنت سے
اس ضمن میں چند گزشتات پیش کی
جا رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہدایت کا
ذریعہ بنائے اور نیکی و تقویٰ
سے نوازے۔

سورۃ لقمان کی جو آیت
پڑھی یہ ایک کافر ”نضر بن حارث“
کے اس طرز عمل کے سبب نازل
ہوئی جس کا مشغلہ یہ تھا کہ شاہان

ملوک عجم کی قصہ کہانیاں در آمد
کر کے اپنی مقنیات اور گانے بجانے
والی باندیوں کے ذریعہ قرآن عزیز
اور دعوت اسلام کے بالمقابل دھندہ
کرتا اور حضور علیہ السلام کا اس
بے ہودگی سے مقابلہ کرنے کی سبیل
نکالتا۔۔۔۔۔ اس آیت میں
”لھو الحدیث“ کا جو لفظ ہے
اس کے متعلق حضرت عبداللہ بن
مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے
جلیل المرتبت صحابی نے قسم کھا کر
فرمایا کہ ”اس سے مراد غنا ہے“
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ
تعالیٰ عنہما کا ارشاد ہے کہ اس
سے گانا اور اس قسم کی چیزیں
مراد ہیں۔۔۔۔۔ سیدنا بعین حضرت
حسن بصری قدس سرہ کہتے ہیں،
”اس سے مراد ہر وہ چیز
ہے جو تمہیں اللہ تعالیٰ
کی عبادت اور اس کے
ذکر سے غافل کر دے۔
جیسے رات گئے تک
قصہ کہانی، لطیفہ گوئی،

خرافات اور گانا وغیرہ۔

اسی طرح مشورتا بنی سیدنا
مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ جو تفسیر میں
خاص مقام رکھتے ہیں وہ فرماتے
ہیں :-

”اس سے مراد گانے والے
غلام یا باندی خریدنا اور
ان سے گانے اور ان جیسے
خرافات سننا۔“

اسی طرح سورہ بنی اسرائیل
کی آیت ۲۴ کا ترجمہ ہے :-
”جب شیطان نے اللہ تعالیٰ
سے اولاد آدم سے انتقام
لینے کی غرض سے قیامت
تک زندہ رہنے کی درخواست
کی تو اللہ تعالیٰ نے درخواست
قبول کر کے فرمایا ان میں
سے جس پر تو قابو پائے
اسے اپنی آواز کے ذریعہ
(راہ راست سے) ہٹا دے۔“

اس آیت میں صوت (آواز)
کو شیطان کا اختیار قرار دیا گیا ہے
اور حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ
فرماتے ہیں کہ اس سے مراد گانا
بجانا، لہو و لعب اور فضول و بیکار
قسم کے کام ہیں۔ اور حضرت عبداللہ
بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے
منقول ہے :- کہ

”اس سے ہر وہ چیز مراد
ہے جو گناہ اور نافرمانی
کی طرف بلائے۔“

تیسرا مقام قرآن عزیز میں
سورہ النجم کا ہے۔ اس کی آیات
۵۹ تا ۶۱ کا ترجمہ ہے :-

”کیا تمہیں اس بات سے تعجب
ہوتا ہے (قرآن اور دعوت
اسلام سے) اور ہنستے ہو
اور روتے نہیں اور تم
کھلاڑیاں کرتے ہو ؟“

اس آیت میں جو لفظ ”سورہ“
ہے (کھلاڑیاں کرنا) اس کا مفہوم
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ
تعالیٰ عنہما اور حضرت عکرمہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہ نے ”گانا“ لیا اور چوتھی
جگہ سورہ الفرقان کی آیت ۲۷ ہے
جہاں اللہ تعالیٰ نے عباد الرحمن (مخصوص
بندوں) کی خوبیاں گنوائیں وہاں یہ
بھی ارشاد ہے۔ لا یشتغلون الزور
کہ وہ بے ہودہ باتوں میں شامل نہیں
ہوتے۔

حضرت محمد بن الحنفیہ، حضرت
مجاہد اور حضرت سیدنا الامام ابو حنیفہ
رحمہم اللہ تعالیٰ الزور سے غنا
مراد لیتے ہیں۔ گویا قرآن عزیز
سے چار مقام میں نے عرض کئے۔
جہاں اس شغل بے کاری کا رد
ہے جس سے نہ عقائد سلامت رہتے
ہیں نہ اخلاق و کردار۔ انسان
درندہ اور شہوت پرست بن کر رہ
جاتا ہے۔ اسے ذرہ برابر احساں
نہیں ہوتا کہ وہ اپنا وقت، سرمایہ
اور سب کچھ کس طرح برباد کر رہا

ہے ؟
جناب نبی مکرم رسول رحمت
قائدنا الاعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ
و اصحابہ وسلم جو قرآن کے شارح
و ترجمان اور مہبط وحی ہیں ان کے
ان گنت ارشادات میں سے چند
گزارشات پیش کروں گا جن سے
اندازہ ہو سکے گا کہ اس ”شغل بے غیر“
کے متعلق آپ کے کیا خیالات ہیں؟
۱۱ بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے
حضرت عبدالرحمن بن غنم رضی اللہ تعالیٰ
عنہ سے روایت کی۔ وہ فرماتے
ہیں کہ مجھ سے زید ابو عامر یا ابو
مالک اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہما
نے روایت کیا کہ حضور علیہ السلام
نے فرمایا :-

”غصرب میری امت میں
ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو
زنا، ریشم، شراب اور
باجوں (آلات سماع وغنا)
کو حلال سمجھیں گے، اس
کا نام بدل دیں گے، ان
کے سروں پر تاج لگانے
ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ایسے
لوگوں کو زمین میں دھنسا
دیں گے اور ان میں سے
بعض کو بندر اور خنزیر
بنا دیں گے۔“

علماء نے لکھا ہے کہ ایک ہے
شکلاً بندر و خنزیر بنا دینا۔ ایک
ہے ان کی عادات اپنا لینا۔ دونوں

ہی صورتیں ممکن ہیں۔ بندر مکاری
و فریب کاری کا بادشاہ ہے تو
خنزیر بے غیرتی و بے حیثیت میں اپنی
مثال آپ ہے۔ مجھے کسی
تبصرے کی ضرورت نہیں آپ خود
سوچیں ؟

امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے
حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ
عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور
علیہ السلام نے فرمایا :-

”کہ اس امت کے زمیں میں
دھنسنے، صورتیں مسخ ہونے
اور پتھروں کی بارش کے
واقعات ہوں گے۔ مسلمانوں
میں سے ایک صاحب نے
سوال کیا یا رسول اللہ! کب
آپ نے فرمایا۔ جب گانے
والی عورتوں اور باجوں کا
عام رواج ہو جائے گا اور
کثرت سے شرابی پی جائیں گے“

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ
عنہ نے حضور علیہ السلام نے نقل کیا
کہ :-

”میری امت میں سے کچھ لوگوں
کی صورتیں مسخ کر کے انہیں
بندروں اور خنزیروں کی
صورتوں میں بدل دیا جائیگا
صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ!
کیا وہ لوگ مسلمان ہوں گے؟
آپ نے ارشاد فرمایا۔ ہاں
وہ لوگ مسلمان ہوں گے

اور اس بات کی گواہی دینگے
کہ اللہ ایک ہے میں اس
کا رسول ہوں، وہ روزے
بھی رکھیں گے۔ صحابہؓ نے
پوچھا۔ پھر یا رسول اللہ!
ان کا یہ حال کیوں ہوگا؟
آپ نے فرمایا۔ وہ لوگ
باجوں (آلات غنا و سماع)
اور مغنیہ عورتوں کے عادی
ہو جائیں گے۔ شراب پیا
کریں گے۔ ایک شب جب
وہ شراب نوشی اور لہو و
لعب میں مشغول ہوں گے
تو صبح تک ان کی صورتیں
مسخ ہو کر خنزیر اور بندر
کی شکل اختیار کر چکی ہوں گی۔“

ایک حدیث میں حضور
علیہ السلام نے فرمایا کہ اس لعنت
(گانے بجانے سے دلوں میں فسق
اگتی ہے ایسے جس طرح موسم بہار
میں بارش کے سبب پودے لگتے ہیں
اور حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ
تعالیٰ عنہ سے ایک روایت ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
نے ارشاد فرمایا :-

”بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مجھے
مومنین کے لئے ہدایت اور
رحمت بنا کر بھیجا ہے۔
اور مجھے حکم دیا ہے کہ
میں بانسری، طنبور، صلیب
اور امور جاہلیت کو مٹا

دون :-

میرے عزیزو! یہ ارشادات
ہمیں دعوتِ فکر دیتے ہیں کہ ہم
سوچیں اور اپنے معاشرے کے
حالات کا جائزہ لیں۔ میں کسی قسم
کے تبصرہ کے بغیر اللہ تعالیٰ کے
حضور دست بردار ہوں کہ وہ ہمیں
اپنی رحمت کاملہ سے قرآن و سنت
کا شیدائی بنائے اور ہمیں ان
آفات سے بچائے۔ آمین !
و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

بقیہ . ادارہ

مہتمم حضرات کی نسلوں کا سلسلہ معاش
مضبوط ہو جائے (الا ماشاء اللہ) تو
پھر جو ہو رہا ہے وہ ٹھیک ہے
لیکن اگر عمل زندگی میں اپنی عظمتوں
اور صلاحیتوں کو منوانا ہے تو سر
جوڑ کر بیٹھنے کی ضرورت ہے اور
حالات کا جائزہ لینے اور نظام و
نصاب میں اصلاح و ترمیم از بس
لازمی ہے۔ ایسا ہو گیا
تو علماء کا ملت پر احسان ہوگا ورنہ
یہ گاڑی زیادہ دنوں چلنے والی نہیں۔
اللہ تعالیٰ ہمیں روزِ بدر سے بچائے۔

علو

اور اگر عربی نہ جاننے کی وجہ سے خود نہ پڑھ سکتا ہو تو کسی دوسرے سے کم از کم ایک ورق دونوں کا ترجمہ ہی سن لیا کرے۔ اور عقائد میں قدام اہلسنت کا مسلک اختیار کیا جائے اور سلف نے جس چیز کی کھود کرید نہیں کی اس کے پیچھے نہ پڑا جائے اور مقبولان عام جو شہادت پیدا کرتے ہیں۔ ان کی طرف مطلق توجہ نہ کی جائے اور فروع فقہ میں ان علماء محدثین کی پیروی کی جائے جو حدیث اور فقہ کے جامع ہوں اور ہمیشہ فقہی تحریکات کو کتاب وسنت پر ضرور پیش کیا جاتے۔ ورنہ کالائے بد بریش خاوند والا معاملہ کیا جائے اور یہ یاد رکھا جائے، کہ امت کسی وقت ”مجتہدات فقہا“ کو کتاب وسنت کے جانچنے سے مستغنی اور بے نیاز نہیں ہو سکتی۔ اور ایسے مختلف فقیہ جو کسی عالم کی بات کو دستاویز بنا کر سنت کے تتبع سے بے پڑا ہو گئے ہیں۔ ان کی بات سب نہ سنی جائے اور ان کی طرف کسی قسم کا انتہات نہ کیا جائے بلکہ ان سے دور رہ کر خدا کی خوشنودی اور اس کا قرب

حاصل کیا جائے۔“

اس وسبت کے بعد ”فیوض الحرمین“ ص ۳۳ کی وہ عبارت دیکھیں جس میں مذہب حنفی کو عمدہ طریقہ بتلایا گیا ہے اور دوسرے طریقوں کے مقابلہ میں سنت مشہورہ کے زیادہ موافق اسے کہا گیا ہے پھر انصاف ص ۳۳۰ میں ہندوستان اور مالدیپ کے مخصوص حالات کے سبب حنفیت اپنانے کو لازم اور اس کے ترک کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ تو شاہ صاحب کا مسلک بالکل واضح ہو جاتا ہے۔

ان تمام چیزوں کے باوجود وہ باب اجتہاد کو وارکھنے کے علمبردار ہیں اور اس کی وجہ بڑی واضح ہے جسے آپ کے سکول کے ایک نمائندہ مولانا سعید احمد اکبر آبادی یوں ذکر کرتے ہیں کہ ”ایک معمول سوال ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبی آخر الزمان ہیں اور قرآن آخری کتاب رہی تو زمانے کی ترقی کے ساتھ ساتھ تہذیب و تمدن اور معیشت و معاشرت کے جوئے نئے مسائل پیدا ہوں گے ان کے حل کس طرح ہوگا؟ جس طرح یہ سوال سادہ ہے اسی طرح اس کا جواب بھی سادہ اور بے تکلف ہے اور وہ یہ کہ اجتہاد کے ذریعے۔“ (فکر اسلامی کی تشکیل جدید ص ۲۸۱)

نہیں۔ حدیث معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں اجتہاد برائی خود اس کی سب سے بڑی دلیل ہے اور بقول مولانا اکبر آبادی تکمیل دین والی آیت میں جس تکمیل کا ذکر ہے اس کا تعلق اصول و کلیات سے ہے لیکن شریعت جو قوانین و ضوابط یعنی لاز ایٹڈ بائی لاز کا مجموعہ ہے اسے کامل قرار نہیں دیا گیا۔ اور زمانہ چونکہ برابر رواں دواں ہے انسانی تہذیب و تمدن ترقی پذیر ہیں۔ اس لئے اجتہاد ناگزیر ہے اور اس کی بنیاد

”قرآن وسنت، تعامل صحابہ، اجماع امت اور فقہی نظائر و شواہد ہونگے“ (تشکیل جدید ص ۲۸۱) اور حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔ ”کہ اجتہاد فرض کفایہ ہے یہ ہمیشہ باقی رہے گا۔ کسی زمانے میں اسے ترک نہیں کیا جاسکتا۔ اور اگر کسی زمانے میں اسے ترک کیا گیا تو سب اہل زمانہ گنہگار ہوں گے“ (الانصاف ص ۶۱) اور موطا کی شرح مصطفیٰ ص ۱۱ پر یہ بات زیادہ وضاحت سے لکھی گئی ہے۔ فرماتے ہیں:۔ ”یہ جو ہم نے کہا ہے کہ

اجتہاد ہر زمانے میں فرض ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ مسائل کثرت سے پیش آنے والے ہیں اور وہ لامحدود ہیں اور ان کے بارے میں احکام الہی کا جاننا واجب ہے کیونکہ کتب فقہ میں جو کچھ لکھا ہوا اور مدون ہے وہ ناکافی ہے۔ علاوہ ازیں ان میں اختلافات بہت زیادہ ہیں جن کا حل بجز اس کے کسی اور طرح نہیں ہو سکتا کہ جو احکام کتب فقہ میں مذکور ہیں ان کو ان کی دلیلوں کی روشنی میں جانچا اور پرکھا جائے اور چونکہ ان کے دلیلوں کے جانچنے کے طریقہ مجتہدین پر پہنچ کر منقطع ہو گئے ہیں اس بنا پر اس کے سوا چارہ نہیں کہ ان دلیلوں کو قواعد اجتہاد پر پرکھا جائے۔ علماء نے ایک مجتہد کے لئے لازمی قرار دے دیا ہے کہ وہ ان علوم میں طاق ہو اور ان اوصاف کا حامل ہو۔ لغت عرب، علم صرف، علم نحو، علم کلام، علم منطق، علم اصول فقہ، علم تفسیر بابت آیات احکام قرآنیہ، علم حدیث متعلق بالاحکام، علم بہ احوال الرواة بہ سلسلہ جرح و تعدیل اور ایسا

ملکہ جو فروع کو اصول کی طرف لوٹا سکے۔ اجتہاد کے لئے یہ تمام چیزیں بنیادی اور ضروری ہیں اور ان کے بغیر اس وادی میں قدم رکھنا انتہائی جرم اور گمراہی کا سبب ہے یہ کہنا کہ عربی کی تھوڑی سی شد بد رکھنے والا ایک شخص قرآن وحدیث سے براہ راست استفادے کا حق رکھتا ہے۔ اس اعتبار سے تو صحیح ہے کہ وہ ذاتی اصلاح اور محض فرض تبلیغ کی ادائیگی کے لئے اس طرح کام چلا لے لیکن اجتہاد کا رد دیگر است اور محض عربی زبان کی واجب جان پہچان سے یہ ملکہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ بقول حضرت شاہ ولی اللہ ایک مجتہد کو یہ ملکہ حاصل ہونا چاہئے کہ اگر کوئی لفظ مشترک ہے تو اس کے معنی کی تعیین و تحدید کر سکے اور یہ دیکھے کہ کس شرط اور ادب یعنی حکم کی نوعیت کیا ہے؟ وہ فرض ہے، واجب یا مستحب؟ مشروط ہے یا غیر مشروط؟ مطلق ہے یا مقید ہے؟ عام ہے یا خاص؟ اس کی علت کیا ہے۔ نص میں جو قیدی ہیں وہ احترازی ہیں یا اتفاقی۔ اور ان سب کے بعد یہ دیکھے کہ مضمون اور غیر مضمون میں کوئی علت مشترک ہے یا نہیں؟ دلیلیں مختلف ہوں اور ان میں بظاہر

تعارض ہو تو دیکھنا چاہئے کہ ان میں تطبیق ممکن ہے یا نہیں؟ اور ممکن نہیں تو کسی ایک کو ترجیح دینا ہوگی اور وجوہ ترجیح تلاش کرنا ہوں گے۔ (مصطفیٰ ص ۱۱) حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے قانون سازی میں قومی عادات و خصائل کو بڑی اہمیت دی ہے اور لکھا ہے کہ ہر قوم کی مخصوص عادات ہوتی ہیں، جن سے وہ قوم مانوس ہوتی ہے، ان کی رعایت نہ کی جائے تو لوگ متوحش ہو کر رہ جائیں گے، اور نظام میں خرابی پیدا ہوگی۔ حجتہ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں:۔ ”پس اس سے بہتر اور آسان تر کوئی بات نہیں ہو سکتی کہ شعائر وحدود اور مصالح عامہ کے باب میں اس قوم کی عادات کا اعتبار کیا جائے جس میں پیغمبر کی بعثت ہوئی ہے نیز بعد میں آنے والی نسلوں پر ان امور کے بارے میں زیادہ سختی نہ کی جائے۔ اور ان کو فی الجملہ ہی ان پر باقی رکھا جائے کیونکہ پہلے لوگ تو اپنے دلوں کی شہادت اور اپنی عادات کے باعث ان احکام کو قبول کریں گے مگر بعد میں آنے والی نسلیں تو ان چیزوں کو ملت کے (باقی ۲۷ پر)

(ابن جریر بن محمد بن غلام
عن فضیل بن مزروق)

جس سے واضح ہے کہ تم تو حقیقتاً لفظ
اہل بیت سے مراد ہی ہونما سے داخل کرنے
کی اور ہمارے لئے دعا کرنے کی کیا ضرورت ہے
اور اگر حدیث کسا کی بنا پر حضرت علیؑ
حضرت فاطمہؑ اور حضرت حسنؑ و حسینؑ کو اہل بیت
مان لیا جائے تو دیگر احادیث کی بناء پر یہ
تخصیص صرف انہی چار بزرگوں کی نہیں بلکہ
”بہت سی احادیث آئی ہیں جن سے
معلوم ہوتا ہے کہ علاوہ ازواجؑ کے
حضرت علیؑ و فاطمہؑ حضرت حسنؑ و حسینؑ بلکہ
بعض دیگر کو بھی اس آیت کی کرامت میں شامل
ہونے کی بزرگی حاصل ہوئی ہے۔“

(تفسیر مواہب الرحمن جلد ۱ ص ۵۸)

دوسری روایات میں حضرت عباسؑ اور
ان کے فرزندوں کے لئے بھی اس قسم کی دعا
منقول ہے اور حضرت سلیمان فارسی نے
لئے بھی لفظ اہل بیت مستعمل ہوا ہے۔
حضرت دائرہ بن اسحاق کی طویل حدیث بھی
اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ان کو
بھی اس گروہ اطہار میں شامل کیا ہے۔

حیرت ہے کہ آیت تنظیم جیسی واضح اور
غیر مبہم آیت کے مقابلے میں لوگوں نے
ضعیف روایات کو ترجیح دے کر صورت حال
کو کس قدر پیچیدہ کر دیا ہے۔

فاضل مضمون نگار نے آیت طہر کی تفسیر
حدیث کسا سے کرنے کے بعد آیت مباہلہ
کا بھی حوالہ دیا ہے۔

یہ سورہ آل عمران کی غالباً اسی آیت
ہے جس میں نجران کے عیسائیوں کو خدا کے
رسول نے چیلنج کیا ہے۔

”آؤ بلائیں ہم اپنے بیٹوں کو اور تم اپنے
بیٹوں کو اور ہم اپنی ذاتوں کو اور پھر گھر گھر
دعا مانگیں پھر کہیں ہم اللہ کی نعمت جھوٹ
بولنے والوں پر۔“ (آل عمران)

اسان نبوت سے چیلنج سن کر عیسائی وفد
جو عبداللہ بن شریک کی قیادت میں تھا چلا گیا۔
اور ہر کار دو عالم نے حضرت علیؑ کو فرمایا کہ
وہ اپنے اہل خانہ کو لے کر گھر آجائیں تاکہ
مباہلہ میں جا سکیں۔

درج بالا روایت سے کچھ لوگوں نے
یہ ثابت کرنے کی کوشش فرمائی کہ انفساً
سے مراد خود رسالتاں اور حضرت علیؑ ہیں،
”نساءنا“ سے مراد حضرت فاطمہؑ جبکہ ”ابناءنا“
سے حضرات حسنینؑ مراد ہیں۔

اس لئے اہل بیت سے مراد صرف
پنجتن ہیں۔

فضل حق صاحب نے بھی فرمایا ہے کہ
”اگرچہ ”نساءنا“ جمع کا صیغہ ہے لیکن قرآن
ناطق نے اس کی تفسیر حضرت فاطمہؑ سے فرمائی۔“
صاحب علم جانتے ہیں کہ ان کا یہ
استدلال صحیح نہیں کیونکہ آیت میں جمع کا صیغہ
اس بات کی نشاندہی کر رہا ہے کہ اس سے
مراد صرف حضرت فاطمہؑ نہیں ہو سکتیں۔ حدیث
مبارکہ میں صرف حضرت علیؑ کو کہا یا بلانا تو
ثابت ہے لیکن یہ کہیں ثابت نہیں کہ حضور اکرمؐ
ان بزرگوں کو لے کر نکلے بھی تھے کیونکہ اس
کی نوبت ہی نہ آئی۔

مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے
کہ مباہلہ ہوا ہی نہیں بلکہ نصرانوں نے جزیہ
دینا قبول کر لیا تھا۔
حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ
فرماتے ہیں۔

”مباہلہ کا انجام کہیں تصدیقاً تو نظر سے نہیں
گزرنا مگر حدیث میں قصہ مذکور کے متعلق
اتنا ہے کہ اگر وہ لوگ مباہلہ کر لیتے تو
ان کے اہل اور اموال سب ہلاک ہو جاتے
اور ایک روایت میں ہے کہ وہ جل جہنم
اس کو جلالین نے احمد بن عباس کی روایت
سے نقل کیا ہے۔“

(تفسیر بیان القرآن)

”بات اصل میں یہی تھی کہ حضرت علیؑ چونکہ
آپؐ سے علیحدہ رہتے تھے اس لئے مباہلہ
میں ان کو شریک کرنے کے لئے آپؐ نے
ان کو اپنے گھر بلا لیا لیکن مباہلہ کی نوبت ہی
نہ آئی اگر نجران کے عیسائی مباہلہ کرتے تو
حضرت نبی اکرمؐ ازواج مطہراتؑ کو بھی یقیناً
ساتھ لے چلتے اور تمام مسلمانوں کو اپنے
اہل و عیال سمیت مباہلہ کے لئے نکلنے کا
حکم دیتے۔“

(تفسیر حواہی القرآن)

آیت مباہلہ کی بنا پر صرف حضرت علیؑ
حضرت فاطمہؑ اور حضرات حسنینؑ ہی اہل بیت
قرار نہیں دے جا سکتے کیونکہ اس سلسلے میں
بھی مختلف روایات موجود ہیں جن سے
ثابت ہوتا ہے کہ ان بزرگوں کے علاوہ
اور بہت سے خاندان بھی اس مرحلہ پر
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔
چنانچہ دمنشور جلد دوم ص ۵۸ اور روح
المعانی جلد اول ص ۱۱ میں ہے کہ:

ابن عساکر نے امام جعفر صادقؑ سے انہوں
نے اپنے والد سے اس آیت کے متعلق
روایت کیا ہے کہ آپؐ نے حضرت ابو بکرؓ
کو بھی مع ان کی اولاد کے بلا لیا تھا اور
حضرت عمرؓ کو بھی مع ان کی اولاد کے اور حضرت

عثمانؓ کو بھی مع ان کی اولاد کے اور حضرت
علیؓ کو بھی مع ان کی اولاد کے۔“

اگر آیت مباہلہ کی بنا پر ہی اہل بیت کا
تعیین ہونا ہے تو وہ تمام خاندان اہل بیت
قرار پائیں گے جو اس مرحلہ پر رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔

علامہ ابو حیان اندلسی فرماتے ہیں:-
”اگر نجران کے عیسائی مباہلہ کا عزم کرتے
تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام مسلمانوں کو اپنے
اہل سمیت نکلنے کا حکم فرماتے۔“
(بحر احصاء)

”ابناءنا و نساءنا اور انفسنا“
یہ تمام جمع کے صیغے ہیں اس مباہلہ میں
تمام مسلمان جمع ہو گئے تھے۔

چنانچہ مروی ہے کہ حضرت رسول اکرمؐ
حضرت علیؑ حضرت فاطمہؑ اور حضرت حسنؑ
وحسینؑ کے علاوہ حضرت ابو بکرؓ اور ان کے
صاحبزادے حضرت عمرؓ اور ان کے صاحبزادے بھی
نکلے تھے۔“

(تفسیر صدیقی، آل عمران ص ۱۲)

تقریباً یہ بات تو واضح ہو گئی کہ اس
مباہلہ میں صرف حضرت علیؑ کے اہل خانہ ہی
نہیں بلکہ دیگر اصحاب کبارؓ بھی مع اپنے اہل
کے رسول اللہؐ کے ہمراہ تھے۔ لیکن یہاں پر
قدرتی طور پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ
جب حضرت فاطمہؑ کو مباہلہ کے لئے اس
لئے بلا لیا گیا کہ وہ حضرت رسول اکرمؐ کے
گھر سے علی و ربیعہ بنی نضیر تو دیگر تین صاحبزادوںؑ
کو کیوں نہیں بلا لیا گیا؟ کیا وہ اہل بیت میں شامل
نہ تھیں؟

اس کی تحقیق میں تاریخ کے صفحات مزید

لٹنے ہوں گے۔ دیکھئے آیت مباہلہ غالباً ذیل
۹ میں نازل ہوئی ہے لیکن اس وقت

بنات طاہراتؑ میں سے صرف فاطمہ رضی اللہ عنہا
نظر آتی ہیں اس لئے کہ:

۱- حضرت زقیہ رضی اللہ عنہا ۳۷ میں انتقال
کر جاتی ہیں۔

۲- حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا وصال
۳۷ میں ہو جاتا ہے۔

۳- جبکہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی
برس یعنی ۳۷ میں لیکن مباہلہ سے قبل شہان
میں انتقال فرما جاتی ہیں۔

اس لئے بنات رسولؐ میں اس واقعہ
کے موقع پر صرف خاتون جنت حضرت فاطمہؑ
تھیں (جن کا انتقال شہان ۳۷ میں ہوا)
لہذا ان کو بلا لیا گیا۔

سطور بالا سے آیت طہر اور آیت مباہلہ
کی تشریح و تفسیر تقریباً گھر کر سامنے آ گئی ہے
اور اس میں قطعاً کوئی ابہام اور جھول نہیں
کہ اس کا مصداق مراد کیا ہے۔

ہم نے جو بات کہی مستند حوالوں کی
بنا پر کہی اپنی طرف سے کوئی بات کہنے کی نہ تو
ہم پوزیشن میں ہیں اور نہ ہی ہم نے ایسی کوئی
جسارت کی ہے۔ اہل بیت اطہار کی محبت
و عظمت ہمارے ایمان کا جزو اعظم ہے
یہ بھی ممکن ہے کہ کچھ کم فہم و کم سواد ہماری
اس کوشش کو منفی انداز اختیار کرتے ہوئے
یہ معنی پہنائیں کہ خدا نخواستہ ہم نے
حضرت علیؑ، حضرت فاطمہؑ اور حضرت
حسینؑ کی فضیلت و بزرگی میں دوسروں
کو شامل کرنے کی کاوش کی ہے۔
العیاذ باللہ۔

ان بزرگوں کی محبت میں ہم

خود کو کسی دوسرے سے جوئیہ نہیں
سمجھتے لیکن ہم ان کا مقام ان کی
تعلیمات کے مطابق رکھتے ہیں اور اس
سوتج کو امت کی اجتماعیت کے
خلاف ایک سازش خیال کرتے ہیں۔
کہ چند بزرگوں کی فضیلت کی آڑ میں
ہم دوسرے بزرگوں کی کسر شان کو
بنیاد دین چھڑائیں۔

ضروری اعلان

شاہ ولی اللہ کی فکری نشست
۱۲ فروری بروز ہفتہ بعد
نماز مغرب لائبریری مدرسہ قائم العلوم
شیرالوالہ میں منعقد ہوگی۔

صدارت مولانا عبد اللہ انور
فرمائیں گے۔ جب کہ مقالہ پروفیسر
محمد اسلم (جامعہ پنجاب) پیش کریں گے
عبد الرؤف فاروقی
(معمد سوسائٹی)

مشائخ کانفرنس

۱۴ اپریل ۸۳ء جمعہ، ہفتہ کو
مدرسہ اسلامیہ فاروقیہ عقب کچہری
مٹان میں مشائخ کانفرنس ہو رہی ہے۔
جس میں ملک بھر کے ممتاز علماء کرام و
مشائخ عظام شرکت فرما کر تصوف،
تزکیہ، سلوک کی منظم توسیع پر غور کریں گے۔
غلام قادر مہتمم مدرسہ ہذا

مولانا اخلاق حسین قاسمی دہلی

بریلوی ترجمہ قرآن کا علمی تجزیہ

راہ عالم اسلامی نے مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے ترجمہ قرآن پاک بنام کنز الایمان پر پابندی لگا دی ہے اس پابندی پر بریلوی حضرات بہت چراغ باری ہیں لیکن ان ناراض ہونے والے بھائیوں کو شاید یہ معلوم ہی نہیں کہ مولانا بریلوی کے ترجمہ اور مولانا نعیم الدین صاحب کے حاشیہ میں اصولی ترجمہ اور امت کے مسئلہ اور متفقہ عقائد کے خلاف کتنا قابل اعتراض مواد پایا جاتا ہے۔

اکابر علماء و فوہد نے احتیاط کی بنا پر خاں صاحب کے بعض مبتدعانہ اور قریب برسرک خیالات پر غلبہ جنت کا یہ وہ ڈاکٹر خاں صاحب کو تکفیر سے بچانے کی کوشش کی ہے لیکن جہاں تک قرآن کریم کے ترجمہ کا تعلق ہے اس میں غلبہ محبت کی تاویل نا قابل تسلیم ہے۔

کتاب اللہ العظیم اسلام کے بنیادی تصورات عقائد کی اڑل اور آخر کتاب ہے اس کے علمی ترجمہ میں کسی فرقہ کا اپنے منہ و خوالہ کو داخل کرنا انتہائی فضیلت و خیانت کی بات ہے۔

تمام علماء امت اس امر پر متفق ہیں کہ قرآن کریم کے علمی ترجموں میں شاہ ولی اللہ المدظلوی کا فارسی ترجمہ اور ان کے صاحبزادہ شاہ رفیع الدین صاحب کا اردو لفظی ترجمہ اور شاہ عبدالقادر صاحب کا باغادریہ ترجمہ اور شاہ عبدالعزیز صاحب کی تفسیر عزیزی فارسی کو درجہ سند حاصل ہے۔

اور ان حضرات کے بعد بھی علماء کرام نے اور قزوینی کے بدلے ہوئے اسلوب کو سامنے رکھ کر ترجمہ کیا انہوں نے ان تراجم کو ماحذ اور اصل کے طور پر پیش نظر رکھا اور ان حضرات کے قائم کئے ہوئے حدود سے ایک قدم بھی باہر نہیں نکالا۔

ان حضرات ثلاثہ اور قرآن انہی کے ان

تینوں اماموں نے اپنے تراجم میں جس چیز کا رنگ زیادہ خیال رکھا وہ یہ ہے کہ غیر متفقہ تفسیری اقوال کو ماحذ نہیں لکھا یا اگر ترجمہ میں شریعت کی اصل مواد واضح کرنے کیلئے حضرات صحابہ اور تابعین کرام کی توضیحات تاویلات کو پیش نظر رکھا۔

اور باب تحقیق نے تفسیری روایات پر کھل کر کلام کیا ہے کیونکہ کسی ذخیرہ میں اسرائیلی خرافات کا جو بڑا حصہ شامل کر دیا گیا ہے اور تصوف کے نام پر جو غیر عقلی لطائف مالدیتہ لکھے ہیں ان سے اسلام کو زبردست نقصان پہنچا ہے یہاں تک کہ عربی مذاہب کے لفظاب میں داخل مشہور تفسیر جلالینہ بھی ان اسرائیلی خرافات سے بالکل محفوظ نہیں رہ سکی ہے۔

مولانا احمد رضا خاں صاحب نے اپنے مبتدعانہ خیالات کے لئے ضعیف دلائل اور صوفیانہ اشارات کو ماحذ بنایا ہے اور پھر اپنے خیالات کے مطابق قرآن کریم کو ڈھالنے کی نہایت بھٹی کوشش کی ہے۔

خاں صاحب بریلوی علم غیب کی کاغذیہ رکھ سکتے ہیں وہ جانتے ہیں لیکن قرآن کریم کو اس مبتدعانہ خیال کے مطابق ڈھالنے کا اختیار انہیں حاصل نہیں ہو سکتا، وہ جگہ جگہ یا ایسا ایسا لینی کا ترجمہ اے غیب جانتے والے کرتے ہیں اور ان آیات میں یہ ترجمہ بالکل مضحکہ خیز جاتا ہے جہاں قرآن کریم نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو وحی الہی کا تابع بنا کر یہ کہا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پہنچے ہوئے ہیں وہ وحی الہی کی روشنی میں فرماتے ہیں اور جن معاملات میں وحی الہی کی روشنی نہیں ہوتی وہاں وہ ایک بشر اور ایک انسان ہوتے ہیں اور ایک عام انسان کی طرح اپنی رفیقہ حیات پر مشتمل ہیں

کی طرف سے لکھے گئے الزامات پر پریشان رہتے ہیں اور بے حیثیت عالم میں ایک ایک رفیق سے حقیقت حال کی جستجو فرماتے ہیں۔ یہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شان عیدیت ہے اور اس بے حیثی اور بے خدائی میں آپ کی سیرت پاک کا بے پناہ حشر ہلکتا ہے، خاں صاحب بریلوی کی قرآن نہیں اور تفسیر دانی کی صلاحیت اس وقت مشکوک ہو جاتی ہے جب وہ ہجرت کے مسئلہ پر ایک نہایت بوسے پروردی روایت کو اختیار کرتے ہیں اور اس سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت پر دیکھ کر کہہ دیا کہ ہجرت کر جانے کے لئے اقدام فرمایا اور پھر وہاں سے واپس تشریف لے آئے۔ دیکھو کنز الایمان صفحہ ۳۲۹ اور اس کا حاشیہ نمبر (۱۲) اور الاعراف آیت (۱۵۸) کی تفسیر کے تحت کیا لکھا ہے۔

ایک طرف علم غیب کے عقیدہ کا اتنا غلبہ کہ گویا سارے ایمان و محبت کا یہی حاصل ہے اور دوسری طرف استغناء کی یہی اندر زد و تکیہ کی یہودی خرافات کو تسلیم کر لیا گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم و تدبیر اور مقام عصمت کا بھی خیال نہ رکھا گیا۔

قرآن کریم کی نہایت اہم اور پیچیدہ معانی رکھنے والی آیات کی نزالت پر تو خاں صاحب کی نظر پڑتی ہی نہیں ان آیات پر پھر خاں صاحب کا علم تفسیری اسلیت کو غایاں کر کے بغیر نہیں رہتا مثال کے طور پر الانعام (۸۳) کی مشہور آیت

الذین آمنوا ولم یلبثوا بایمانھم بظلمۃ

علماء تفسیر کو اس آیت کے مفہوم کی وضاحت کرنے میں بڑی کاوشیں کرنی پڑی ہیں مگر خاں صاحب کے ترجمہ سے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ خاں صاحب کو نہ لفظ ایمان

کی تحقیق ہے اور نہ لفظ ظلم کی لغوی اور اصطلاحی حقیقت کا علم ہے دیکھو کنز الایمان صفحہ (۱۶۴) اور اس کے ساتھ دیکھو حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ سورہ فرقان کا مقدمہ جس میں حضرت شیخ نے اس آیت کی معنی گہرائی پر روشنی ڈالی ہے مگر انہوں نے استغفار والی آیات میں تو خاں صاحب نے جملہ حقیقت کا وہ بھونڈا مظاہرہ کیا ہے کہ کلام اللہ کی معنوی اور ادبی عظمت ختم ہو کر رہ گئی ہے ترجمہ کی حد تک ان کے تراجم شاہ ولی اللہ شریف جرجانی اور شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر صاحب میں سے کسی ما ترجمہ نے ایسی تاویل نہیں کی کہ وہ حضرت محبت رسول کے جذبہ سے خالی تھے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سورہ الفتح کی ابتدائی آیات صفحہ (۶۰۷) اور سورہ محمد کا آیت (۱۹) صفحہ (۶۰۵) کا ترجمہ کرتے وقت خاں صاحب کو عربی کے لفظ ذنب کی حقیقت معلوم ہی نہیں تھی اور نہ عربی کے لفظ استغفار اور غفر کے معنی معلوم تھے۔ اسلام میں عصمت انبیاء علیہم السلام کا عقیدہ مسلمات میں سے ہے لیکن عصمت انبیاء پر جو خدا تعالیٰ کے تقدس اور ان کی شہیادت میں فرق بھی تسلیم کیا گیا ہے اور بھی توحید اسلامی کا بنیادی مسئلہ ہے۔

خاں صاحب نے ما اھل لغیر اللہ را بقدر ۷۳ کے تفسیری حاشیہ میں لکھا ہے کہ وہابی جو وقت ذبح کی تہذیب نہیں لگاتے وہ آیت کے معنی میں غلطی کرتے ہیں۔ اور ان کا قول تمام تقابیر معتبرہ کے خلاف ہے۔ جس جانور کو ذبح تو صرف اللہ کے نام پر کیا گیا ہو مگر دوسرے اوقات میں وہ غیر خدا کی طرف منسوب رہا ہو وہ حرام نہیں ہے کنز الایمان صفحہ (۱۲) حالانکہ تمام تقابیر معتبرہ تفسیر کبیر نام لازمی تفسیر میں کثیر نسخ البیان تفسیر عزیزی شاہ عبدالعزیز صاحب میں صراحت کے ساتھ موجود ہے جس حلال جانور کو ذبح کیا جائے تو اس کا کبرا کا کبرا کا کبرا وغیرہ اگر اسے خدا

کا نام لیکر بھی ذبح کیا جائے تب بھی وہ حلال نہیں ہوگا حرام ہی رہے گا ۱۱ اہل بدعت خواجہ کے بکرے کو بایا اور ماں کے بکرے پر قیاس کر کے اسے حلال کہتے ہیں مگر وہ نہیں سمجھتے کہ بکرے میں جو نسبت ہے اس میں قرب و رضا جوڑا اور عقیدت کی نیت نہیں ہوتی تو اب پہنچانے کی نیت ہوتی ہے۔ خواجہ صاحب سے مراد پوری ہونے اور اولاد ہونے کی امید ہوتی ہے اور انہیں خوش گونا مقصود ہوتا ہے اس مسئلہ کا فیصلہ عرف عام پر ہوگا ہندوستان میں خاص طور پر جبر مشرکانہ جو ہے اس کا تقاضا ہے کہ علت و حرمت کے معاملہ میں احتیاط کا پہلو اختیار کیا جائے یہ رہا بیوں کا مسئلہ نہیں ہے علامہ حق کا فیصلہ ہے۔

شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شمار وہابی علماء میں نہیں ہے مولانا فضل حق صاحب خیر آبادی نے شاہ صاحب سے فیض حاصل کیا ہے اور حدیث پر طعن ہے اور یہ وہ بزرگ ہیں جنہوں نے مولانا محمد اسماعیل صاحب تہذیب رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک اصلاح کے لب و لہجہ اور طریقہ کار سے اختلاف کیا تھا اور مفتی صدر الدین خاں آذرہ صدر الصدور دہلی میں پردہ مولانا فضل حق صاحب کی مدد کرتے تھے۔

شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلوی کہ شاہ ولی اللہ کے صاحبزادوں میں صاحبیت بزرگ کہا گیا ہے مولانا شیخ مراد آبادی کا قول ہے شاہ صاحب نے ما اھل کا ترجمہ کیا ہے جس چیز پر نام بکار اللہ کے سوا کا۔ یہ ترجمہ ذبح کے ساتھ خاص نہیں ہے اس میں ذبح سے پہلے نامزد کرنا بھی شامل ہے پھر شاہ صاحب کا تفسیر حاشیہ یہ ہے کہ اگرچہ خدا کے سوائے کسی کے نام پر ذبح کیا اور جس کی مکان کی تعلیم پر ذبح کیا سوائے خانہ خدا۔

شاہ صاحب آیت النحل (۵۶) پر یہ تفسیری نوٹ لکھتے ہیں یہ انکو فرمایا جو اپنے کعبت میں مہربانی میں تجارت میں اللہ کے سوائے کسی کی نیانہ

کھڑے ہیں سب مال اللہ کا ہے اور کسی کا حق نہیں مگر اللہ کی راہ میں دے اپنے ثواب کو پھر اپنے بدلے ثواب کسی کو دلوادے۔

قرآن کریم نے لقمان آیت (۳۴) میں خدا تعالیٰ کی علمی برتری اور خالق اور مخلوق کے علم حقیقی اور علم عارضی اور عطا کرنے والے کی ان باتوں کا علم خدا کا اظہار کیا ہے کہ ان پانچ باتوں کا علم خدا کے سوا کسی کے پاس نہیں ہے۔

یہ صفت قائم میں توحید و یکتا کا مسئلہ ہے اور امت مسلمہ کے دیمان اس مسئلہ میں ہر اہل میں سے اتفاق ہے لیکن بعض صوفی غیر مستند تفسیر دل و عرائس البیان اور روح البیان وغیرہ نے بعض مجہول قول ایسے نقل کر دیے ہیں جن سے اس مسئلہ عقیدہ کو بھی اختلافی عقیدہ بنا دیا ہے اور قیامت کے علم کو بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے۔

زندگی بھر جس رسول محترم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کے علم کی اپنی ذات سے نفی کی اور یہ فرمایا کہ قیامت کا علم خدا تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں اس کے متعلق ایسی محکم خبر بات بھی گئی کہ خدا تعالیٰ نے وصال سے چند ساعت پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم قیامت سے مطلع کر دیا تھا۔

خاں صاحب بریلوی اور ان کے شاگرد و خدیو مولانا نعیم الدین صاحب مرحوم کو خداوندی ولی اللہ رحمہ اور ان کی جماعت کے بزرگوں کی سرپرستی میں قرآن کریم کو سمجھنے کی توفیق نصیب ہوتی تو وہ اس آیت پاک کے اسلوب پر غور کرنے اور ان پر مشفق ہوتا کہ خدا تعالیٰ نے قیامت کے علم کو جملہ استغناء کے اسلوب میں بیان کیا اور بعد کی چار باتوں کو فعل مضارع سے جملہ فعلیہ کے ساتھ بیان کیا۔

آخر اسلوب کی یہ تبدیلی کیوں کی گئی؟ اس میں یہ لطیف علمی استاء پوشیدہ معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کا علم کسی صورت میں اور کسی وقت بھی کسی مخلوق پر ظاہر نہیں کیا جاسکتا یہ کائنات کی مصیبت نکلی کے خلاف ہے البتہ اس بات کا امکان ہے کہ باقی چار چیزوں میں سے کسی چیز کا علم

کسی معجزہ اور خرق عادت کے طور پر کسی رسولِ نبی کو عطا کر دیا جائے یا کوئی سائنسی مشین ایسی ایجاد ہو جائے کہ اس کے ذریعہ ماں کے بیٹ میں پرورش پلنے والے بچہ کے مذکر یا مؤنث ہونے کا علم حاصل ہو سکے۔

اگر ایسا ہو گا تو وہ قرآن کریم کے خلاف نہیں ہو گا۔ — کیا اس کا نام علم غیب رکھا جائے گا؟ یہ انتہائی غیر علمی اندازِ خالصِ حبِ مروج کے خشن مولانا نعیم الدین صاحب ادا بانی نے اختیار کیا ہے۔ دیکھو کنز الایمان صفحہ (۲۹۲)

مولانا مرحوم اس طبقہ بریلوی میں بڑی علمی شہرت کے درجہ کے جاتے تھے مگر کسی حاشیہ کو بڑھ کر اندازہ نہ ہوتا ہے کہ خشن مرحوم کے علم سے قرآن کریم اور احادیث صحیحہ کی مستند معلومات اتنی دور ہیں کہ ان کا مبلغ علم درج البیان عوام الناس اور مولانا مرحوم کی شنوئی سے آگے نہیں۔

علامہ اقبال مرحوم نے ایسے ہی تادیلی باز علمائے کفر کو کہا ہے کہ تادیل بڑھ کر اتر بے لکھ ہو گئی کچھ بھی نہیں ہے جو خیر علم و حق ہے۔ نبی کا ترجمہ غیب بتانے والے کی نہایت مشکوک خیر خدائی سورۃ تحریم میں ہے اس میں قرآن کریم نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حلال چیز (شہدے) خواہ کر کے پر قانونی جواب طلب کیا ہے اور اسلام میں قانون کا کسی ذریعہ احترام کو نافذ کر دیا ہے اس کا مظاہرہ دنیا کے سامنے پیش کیا ہے،

کیا ایک غیب جاننے والا انسان خدا کی مرضی کے خلاف ایک حلال شے کو استعمال نہ کرنے کی قسم کھا کر اسے اپنے اور حرام کر سکتا ہے؟ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے سے اگر علم ہوتا کہ ایک مباح شے کتنا نکاح نہ کرنے کی قسم کھانے سے وہی الٹی ٹھہرے جواب طلب کرے گا تو کیا آپ ایسا کر سکتے تھے؟

اس جگہ مولانا نعیم الدین صاحب نے حضرت حسن کے نام سے ایک ضعیف

قول نقل کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قسم سے نکلنے کے لئے کوئی کفارہ ادا نہیں کیا، البتہ کہ آپ مغفوری ہیں یعنی آپ بخشنے سے گئے ہیں، حالانکہ بالاتفاق صحابہ و تابعین حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک غلام آزاد فرمایا اور مستند مفسرین نے اس ضعیف قول کی تردید میں رد کیا ہے مجھ سے استدلال کر کے اسے ناقابلِ ردایت قرار دیا۔

خشن مرحوم کو اگر ہم قرآن کی دولت نصیب ہوتی تو وہ سمجھتے کہ جب قرآن کریم نے تحریمِ حلال پر جواب طلب کر لیا اور اس طرح نبی و رسول کے لئے یہی قانون الہی کے احترام کی ضرورت کا اظہار فرمایا تو پھر آپ نے اس کے بعد بھی احترامِ قانون کا لحاظ نہیں رکھا اور کفارہ ادا کرنے سے گریز کیا، اور اگر خدا تعالیٰ کو خود ہی کفارہ کے قانون سے اپنے نبی کو مستثنیٰ رکھنا تھا تو پھر تحریمِ حلال کی حرمت سے بھی مستثنیٰ کر دیا ہوتا۔

آخر خدا تعالیٰ کا ہاتھ بکڑنے والا کون تھا؟ — یہ مسئلہ غمزدگی نہیں ایک اہم اور نازک مسئلہ ہے جس پر شریعت الہی کی اہمیت اور اس کی روحانیت کا ادراک ہے۔ لیکن اس قسم کے اہم بنیادی مسائل میں بھی اس طبقہ مبتدعہ نے قرآن کریم کے اندر نبی اسرائیل کی طرح تحریفات سے گریز نہیں کیا،

حضرات صحابہ اور تابعین کے مستند تفسیری اقوال سے ہٹ کر اور پھر جھوٹے علماء اسلام کی تشہیحات کے دائرہ سے نکل کر نبی کو قرآن کریم کا تفسیر کے انہوں نے مزلے تادیبائی کی طرح گمراہی پھیلائی ہے۔

اور دیکھئے، اللہ بھی بتھوڑا بڑا دلائل و الاغاثہ (۵۸) میں کس قدر بھڑا اتر رہا ہے۔ وہ جو غلامی کریں گے اس رسول بے پڑھے غیب کی خبر دینے والے کی (کنز الایمان ۲۰۲)

اتباع کا ترجمہ غلامی کرنا۔ لغت اور تفسیر کی کون سی کتاب میں لکھا ہے پھر الامام کا ترجمہ بے پڑھے کرنا۔ اور

مجھ کا ترجمہ غیب کی خبر دینے والے کرنا۔ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب اور حضرت شیخ الہند نے اُچی کا ترجمہ اردو کے کسی لفظ سے نہیں کیا، اُچی کی جگہ اُچی ہی رکھا، ایک ادب کا تقاضا تھا، دوسرے یہ اشارہ کرنا تھا کہ اُچی کا مطلب یہ ہے کہ آپ اُچی (راہل عن) میں سے ہیں،

قرآن کریم میں وہ لفظ نکالا کہ اہل کتاب کہتا ہے اور اہل عرب کو الا مین کے لقب سے پکارتا ہے جس کا مطلب ہے وہ قوم جس کے پاس نہ کوئی آسمانی کتاب ہے اور نہ اس کے پاس کوئی نبی و رسول ڈرانے والا آیا ہے۔ یہ ہے خالصِ حبِ مذہبی کا ذوقِ محبت اور ہم قرآن کی صلاحیت کا سیار۔ جہاں تک خالصِ حب کی اردو دانی کا تعلق ہے وہ بھی اس قابل نہیں ہے کہ وہ قرآنِ مبین کے ترجمہ کا کسی حد تک بھی بہتر یہ اسلوب میں مفہوم ادا کرنے کے قابل سمجھے جائیں۔

مرحوم نے بریلی شریف کی قصباتی زبان استعمال کی، جب تک خالصِ حبِ مرحوم شاہ دل اللہ کے خاندانی تراجم کی پیروی کرتے ہیں اس وقت تک وہ ٹھیک چلتے ہیں اور جب اپنی زبان دانی کا جوہر دکھاتے ہیں تو اس میں وہ جگہ جگہ کھڑکیں کھاتے ہیں،

بے شک تم حد کی بھاری بات لائے (صفحہ ۳۲) بتائیے یہ کیا زبان ہے۔ حضرت شیخ الہند نے لکھا ہے کہ اور لوگ کہتے ہیں کہ رحمان رکھتا ہے اور لاو بے شک تم آپ کو بھاری بات میں۔ خالصِ حب نے اسی جگہ تیسری آیت میں لفظ رحمان کا ترجمہ ہی چھوڑ دیا ہے۔

عربی میں مصیغہ زادوئے کہتے ہیں، خالصِ حب نے کڑوڑ کے لفظ سے ترجمہ کیا ہے، لفظ کی ثقالت کے علاوہ اردو کے ایک عام لفظ کے جگہ نامائوس دیہاتی لفظ رکھ دیا گیا ہے،

کیا یہ زبان دانی کا ذوق لطیف

اُمت کو بطور گواہ پیش کریں گے اور آخری اُمت اپنی تصدیق کے لئے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کریں گی۔ احادیث میں آتا ہے کہ آخری اُمت کے لوگوں سے سوال ہو گا کہ تم کس بنا پر گواہی دیتے ہو تو وہ جواب دیں گے۔ — اخبونا نبینا۔ — ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خبر دی۔

(ابن کثیر و حاشیہ جلالین ص ۳۱) بات صاف ہو گئی کہ قیامت کے دن یہ گواہی خبر اور علم کی بنا پر ہو گی مشاہدہ کی بنا پر نہیں ہو گی، خدا تعالیٰ نے رسولِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی اور اس نے صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کو خبر دی۔

یہی یقینی خبر اس گواہی کی بنیاد ہو گی۔ اس وضاحت کے بعد بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر کہنا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ "حضور ربی تو صلی اللہ علیہ وسلم قیامت تک ہر نبی الی ساری خلق کے شاہد ہیں اور ان کے اعمال و احوال و احوال تصدیق و تکذیب ہدایت و منالالت ربی کے مشاہدہ فرماتے ہیں۔"

قرآن کریم کے ترجمہ میں کتنی گمراہ کن تحریف ہے؟

مولانا نعیم الدین صاحب نے الاحزاب کے حاشیہ میں امام راغب اصفہانی کے حوالے سے شہادت کی تعریف بیان کی ہے اور اس میں بالخصوص ذوالبصیر کے الفاظ مروج ہیں جس کا مطلب یہ ہے۔

گواہی کبھی آنکھوں سے دیکھ کر دی جاتی ہے اور کبھی علم و بصیرت کی بنا پر دی جاتی ہے لیکن امام لغت کی اس تصریح کے باوجود بھی مولانا راغب ادا بانی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر دیکھ کر جوہر اور ہر چیز کو دیکھنے والا ثابت کیا ہے اور اپنے استاد کے ترجمہ کی تائید کی ہے۔

لیکن تعجب مزمل ہے کہ قیامت کی گواہی کی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر کہنے والے اُمتِ محمدیہ کو حاضر و ناظر کیوں نہیں کہتے جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اُمت دونوں گواہی دیں گے۔

حسن کی تعریف میں جو تشبیہات و استعارات استعمال کیے ہیں ان پر پوری اُمتِ مسلمہ مانتا ہے اور یہ اور ہر اُمت کی بات کے بعد بھی اس گستاخ شاعر کا دامن ہٹا نہیں سکتا کی نشان میں گستاخی کرنے کے الزام سے پاک صاف نہیں ہو سکتا ہے، ایسے شاعرانہ مزاج آدمی کے قلم سے قرآن کریم کے ترجمہ کا حق ادا ہوتا۔ یہ کیسے ممکن تھا؟

اگر عالم اسلام نے اس ترجمہ پر یاخبرہ لگا دی ہے تو اس کا یہ فیصلہ حق بجانب ہے۔ اور بریلوی بھائیوں کا غم و غصہ بے جا ہے۔ — اہل علم کو اگر خالصِ حب کے ترجمہ کا دوسرے تراجم سے تقابلی مطالعہ کرنا ہے تو راقم السطور سے رجوع کریں۔ ان کی خدمت میں بطور ہدایت کتنا بین پیش کی جائیں گی۔

یہ واضح رہے کہ میرے سامنے ہندوستان میں چھپا ہوا یا نا ایڈیشن ہے، کنز الایمان کے اسی قدیم ایڈیشن کے صفحات کا میں نے حوالہ دیا ہے۔

دوسری تسط کا انتظار کیجئے جس میں بہرِ شرف حاضر ناظر مختار کل اور ترجمہ کی زبان بہ مزید بحث کی گئی ہے۔

حاضر ناظر

خال صاحب مرحوم کے ترجمہ میں تفسیر راغب کی ایک نہایت گمراہ کن مثال یہ ہے کہ وہ لفظ شاہد کا ترجمہ حاضر و ناظر کرتے ہیں، جیسا کہ الاحزاب آیت (۵۸) میں لکھے ہیں:

الغیب کی خبریں پہلے دے دیں گی بے شک ہم نے تجھیں بھیجا حاضر ناظر (کنز الایمان صفحہ ۵۰۳)

قرآن کریم نے کئی جگہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی اُمت کو شاہد اور شہید کہا ہے۔ اور صحیح احادیث میں اس شہادت کا مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ قیامت کے دن جب پچھلی اُمتیں اپنے رسولوں کے ذریعہ دعوتِ حق پہنچنے کا عندیہ دیں تو خدا تعالیٰ ان کے رسولوں سے سوال کرے گا اور وہی خبر ان کو ام اپنی تصدیق کے لئے آخری

ہے یا قرآن کریم کی فصیح و بلیغ زبانی کی فصاحت کو بگاڑنے کی کوشش! قرآن کریم کا ایک بلیغ ادبی جملہ ہے رَبِّ اِنِّیْ وَهِنُ الْعَنِیْمِ مِنِّیْ وَ اَتَقَبَّلْ اِلَیَّ اِسْمِیْ (مریم ۶۴) یہ حضرت زکریا بنی کی دعا ہے اس کا حاصل مطلب یہ ہے کہ اے پروردگار! میری ہڈیاں غمزہ پریشانی اور میرے سر کے بال خوب سفید ہو گئے۔ اس کا ترجمہ خالصِ حب کرتے ہیں،

اے میرے رب میری ہڈی غمزہ پریشانی اور سر سے بڑھ چکا ہے کا بھیج دیکھو! اور زبان کا سب سے پہلا باعجازہ ترجمہ شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلوی کے بعد ڈپٹی ذمیر احمد صاحب کا ہے وہ اس عربی محاورہ کو اردو محاورہ میں کسی خوبی کے ساتھ منتقل کرتے ہیں دیکھئے: میرے پروردگار! میری ہڈیاں غمزہ پریشانی اور سر سے بڑھ چکا ہے کی آگ سے بھر پک اٹھا ہے،

خالصِ حب کو نہ عربی محاورہ کی نزاکت کا علم معلوم ہوتا ہے اور نہ اس کی ادائیگی کے لئے ان کے پاس اردو کا محاورہ ہی نظر آتا ہے، وہ قرآن کریم کی اس فصیح و بلیغ زبان کی نہایت بھڑکی ترجمانی کر کے اہل ذوق کو ذہنی اذیت میں مبتلا کر دیتے ہیں، اور پھر خالصِ حب عظیم کا ترجمہ بڑی کرتے ہیں، تمام مترجمین ناہکی اور اردو اس کا ترجمہ صحیح کے صیغہ میں ہڈیاں لکھتے ہیں،

خالصِ حب کو بھی نہیں معلوم کہ علم پر الف لام کیسا ہے اور اس کا ترجمہ بصیرت جمع تمام سلف نے کیوں کیا ہے؟ کنز الایمان کی زبان کے نہایت غیر معیاری ہونے کی یہ دو مثالیں دی گئیں، درنہ ایسی تکلیف دہ زبان سے پورا ترجمہ بھر رہا ہے،

بے شک خالصِ حب کو نعتیہ شاعری میں شاعرانہ مبالغہ آرائی کے لحاظ سے ایک بڑا لغت گو شاعر کہا جاتا ہے، یہاں تک کہ حدائق البیان میں اس مشلوب الحال شاعر نے حضرت عائشہ صدیقہ کے مجازی

فرنگی حکمت عملی کا دوسرا شاہ کار
مرزا قادیانی اور اس کا فرقہ تھا۔ یہ بھی
اسی سلسلہ کی ایک کڑی تھی۔
تاریخ اسلام ہمیشہ اپنا سر پیٹے گی
کہ آب حیات لکھنے والے اسلامی علم کلام
کے جدید عمار مولانا قاسم صاحب اور ان
کے رفیق کار مولانا گنگوہی (رحمۃ اللہ علیہ) اس فرقہ کی
تکفیر کا سب سے زیادہ نشانہ بنے ہوئے
ہیں۔

۱۸۷۷ء سے پہلے درگاہ حضرت چراغ
دلہوی کے ایک سجادہ نشین حرم سے
عزیز تھے جس سے کہنے لگے کہ عیسائی
پادری حضرت عیسیٰ کو سحاحات و سبذہ
کہہ کر ان پر گھڑ لوگوں کو عیسائی بناتے
ہیں، اہل حق بھی ان کے جواب میں حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جنت کا دالک
مختار اور شفاعت کا باب اختیار و احبار
کا عقیدہ بنایا ہے تاکہ عیسائی پادریوں
کے عقیدہ کا جواب ہو سکے۔

خدا تعالیٰ ان کو عاف فرمائے، انہوں
نے ان مبتدعانہ تصویلات کی حقیقت
بیان کر دی۔ لیکن اسلام اس قسم کی
مساہقت اور حضرات انبیاء کے درمیان
مقابلہ آرائی کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔
حاصل یہ ہے کہ اگر آج یورپ کا
کوئی مورخ دنیا کے سربطے انسانوں
کی تاریخ لکھتا ہے تو اس میں سب سے
پہلا مقام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کو دیتا ہے، اور اس لئے دیتا ہے کہ آپ
کے ذریعہ دنیا میں نہایت تبدل و عود کے
اندر انسانی سماج میں روحانی اخلاق
معاشرتی اور سیاسی انقلاب آیا اور اس
صالح انقلاب کے اثرات دنیا کی ہر قوم
نے دانستہ یا نادانستہ قبول کئے۔

علامہ اقبال نے ایک مکتوب میں
لکھا کہ تمہارے علماء عربی لاطینی جزوی
مسائل میں قوم کو اٹھا رہے ہیں اس سے
اسلام کا کوئی تعلق نہیں۔

اگر آج اسلام کی نفسیت و برتری
ثابت کرنے کے لئے اسلامی معاشرت کو دنیا
کے سامنے پیش کر دو۔

قرآن کریم نے توحید و رسالت کے
حدود اتنے مستحکم کر دیے ہیں کہ ہر تالیفات
کی جانب سے انہیں گھڑ کر نہیں پڑتے چنانچہ

رضا خانی جماعت علم و اختیار کے مسئلہ
میں ذاتی اور عطا کی کائنات سے کام لیکر
رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم غیب
عطا کیا اور اختیار عطا کیا تصور پھیلاتا
ہے۔

قرآن کریم نے جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کی زبان اور اس سے اپنی ذات کے بارے
میں علم و اختیار کی صفت کو خدا تعالیٰ کے
لئے ثابت کیا ہے وہاں یہ جماعت عطا
اور ذاتی کی تقسیم کو ان آیات قرآنی
کا سارا زور ختم کر دیتی ہے۔

مولانا احمد رضا خاں صاحب کی سب
سے بڑا کارنامہ ہے کہ انہوں نے قرآن کریم
کے اندر عطا کی اور ذاتی کی تقسیم داخل کر دی۔

سورہ بقرہ آیت ۱۲۹ ﴿قُلْ لَا
أَمْلِكُ لِنَفْسِي ضَرْبًا وَلَا نَفْعًا
مِّنْ شَيْءٍ إِنِّي خَشِيتُ أَنزِلَ
مِنْ رَبِّي جِبَالٌ مِّنَ السَّمَدِ
فَاجْعَلْهُنَّ آيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْلَمُونَ
وَمَا مَنَعَكَ أَنَّ تَسْمَعَهُ لَآءِ
الْعَالَمِينَ﴾ میں قرآن کریم
نے علم و اختیار کے مسئلہ پر بھر پور
روحانی دلائل اور دلائل خاں صاحب
پر مبنی اور ان کے شاگرد رشید غرضی روڈی
چکر میں آگے بڑھ کر ان کے حضور صلی اللہ
علیہ وسلم سے اعلان کرایا۔

قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي لَفْعًا
وَلَا مَنْرًا إِلَّا مَآ شَاءَ اللَّهُ وَلَوْ
كُنْتُ عَلِيمًا لَّغَيْبُ لَأَسْتَكْثِرُ
مِنَ الْخَبِيرِ وَمَا مَنَعَكَ
أَنْ تَأْتِيَ الْخَبِيرَ لَتَعْلَمَ لَقَوْمٍ
يَعْلَمُونَ

خالصا حب ہی کے علم کا ترجمہ دیکھو
تم فرماؤ میں اپنی جان کے بچاؤ کے
کا خود مختار نہیں مگر جو اللہ چاہے وہ
اگر میں غیب جان لیا کرتا تو ہرگز ہوتا کہ
میں نے بہت سی بھلائی جمع کر لی اور
مجھے کوئی بڑا ہی نہ پہنچی میں تو یہی ڈر
اور غرضی سنائے والا ہوں انہیں جو
ایمان رکھتے ہیں۔

اب جناب حاشیہ نویس کی تشریح
سینے۔
حضرت مترجم تفسیر فرمایا

بھلائی جمع کرنا اللہ بڑا ہی نہ پہنچتا
کے اختیار میں ہے جس سے جو ذاتی قدرت
رکھے اور ذاتی قدرت وہی رکھے جس کا
علم میں ذاتی ہو کہ جو جس کی ایک صفت
ذاتی ہے اس کے تمام صفات ذاتی
تو میں یہ ہوتے کہ اگر علی غیب کا علم ذاتی
ہوتا تو قدرت میں ذاتی ہوتا اور میں بھلا
جمع کر لیتا اور بڑا ہی نہ پہنچتا دیتا۔

حاصل کام یہ ہوا کہ اگر میں نفع و ضرر
کا ذاتی اختیار رکھتا تو اے امانتیں
کا زین تم سب کو مومن کر دیتا اور تم کو
کفر کی حالت دیکھتے کہ مجھے تکلیف نہ
پہنچتی۔ (کنز ۲۵۸)

مطلب یہ ہوا کہ علم و اختیار ذاتی
کی نفی کی گئی ہے، عطا کی نفی نہیں
کی گئی۔ لیکن حب عطا کی علم
خواہ کلی ہوا اور عطا کی قدرت سے
رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی فائدہ
نہیں پہنچتا تو پھر ایسے علم و اختیار کی
حقیقت کیا ہوگی؟

قرآن کریم کا استدلالی معجزہ

یہ قرآن کریم کا استدلالی معجزہ ہے
کہ حاشیہ نویس صاحب قبلہ اس میں
کھنسی کر رہے تھے اور قرآن کریم میں
خالصا حب نے جبکہ جگہ ذاتی اور ضرر
کے جواب الفاظ طرح لکھائے ہیں وہ سب
بے معنی نظر آتے تھے۔

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو زندگی
کی جملہ تکلیفیں پہنچیں اور آپ فرزند
بیماری اور کھڑے دشمنوں کے ہاتھوں ہر دم
لیبیک اللہم لیبیک لا شریک لک
لیبیک لا شریک ہو کھ

دائے خدا تیرا کوئی شریک نہیں مجھے
تو نے خود اپنا شریک قرار دے لیا ہے وہ
ضرر تیرا شریک ہے
اس سے اشارہ وہ اپنے دیوی دیوتا
کی طرف کرتے تھے۔

خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا
حوالہ ضرور دیں ورنہ تعمیل نہ ہو سکے گی۔

اسلام اور موسیقی

تالیف: حضرت مولانا مفتی محمد شفیع قدس سرہ
شرح و تحقیق: مولانا محمد عبدالعزیز
قیمت: -/۴۵ روپے

ملنے کا پتہ: مکتبہ دارالعلوم کراچی ۱۳۔
دور حاضر کے سنگین فتنہ راگ

رنگ کے مالہ و ما علیہ سے متعلق
زیر تبصرہ کتاب ایک ٹھوس اور علمی
دستاویز ہے جسے شائع کرنے کی
سعادت مکتبہ دارالعلوم کو ہو رہی
ہے۔ حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی
قدس سرہ کے ایما سے لکھی جانے
والی عظیم عربی کتاب احکام القرآن
کا جو حصہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع
صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے سپرد قلم
کیا اس کا ایک جز یہ ہے جس کا

تعلق اس موضوع سے ہے، وہ
کتاب عربی میں تھی اس لئے یہ
جز بھی عربی میں تھا۔ احکام القرآن
در حقیقت علماء کی خاطر لکھی گئی تھی
اس لئے اس کے لئے زبان کا انتخاب
عربی کے طور پر بالکل درست تھا۔
لیکن آج یہ فتنہ جس سرعت سے پھیل
رہا ہے حتیٰ کہ لوگ اس موزی مرض

تعارف و تبصرہ

تبصرہ کے لئے کتاب کی دو جلدیں دفتر میں ضرور بھیجئے: (مدیر)

کو باعث شفا و خیر سمجھنے لگے ہیں
اس کے پیش نظر ضروری تھا کہ اس کا
اردو ترجمہ ہو اور اچھے انداز میں
سامنے آئے۔ مفتی صاحب مرحوم کے
صاحبزادے اور ہمارے غرض و مہربان
دوست مولانا محمد تقی عثمانی ماثرا اللہ
علم و شرافت کا جیتنا جاگتا غموندہیں
اللہ تعالیٰ نے انہیں سخر علی ذوق
بخشا ہے ان کے علمی کارنامے اپنی جگہ
وہ عزیزوں کی ایک ٹیم سے اس دور
میں جس طرح کام لے رہے ہیں وہ
انہی کا حصہ ہے۔ اس کتاب کے
ترجمہ اور تہذیب و ترتیب کے لئے
انہوں نے اپنے رفیق عزیز مولانا عبدالحزیز
استاذ و رکن تصنیف دارالعلوم کراچی
کو تجویز کیا۔ انہوں نے نہ صرف کتاب
کا ترجمہ کیا بلکہ تشریحی حواشی، نامکمل
حوالوں کی تکمیل اور احادیث کی تخریج
کے ساتھ ساتھ اب تک موسیقی کی
اباحت پر جو دلائل آئے ہیں ان سے
سب کا ثنائی جواب بھی دیا۔ مولانا
عبدالحزیز نے شروع میں جو مبسوط مقدمہ
لکھا ہے وہ بذات خود ایک معرکہ
کی چمیز اور ہونہار ربوا کے چپکنے چپکنے
پات کے مصداق مستقبل میں اس بات

کا غماز ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے
اپنے دین کی بڑی خدمت میں گے اور
وہ اسلاف کے علمی ورثہ کو جدید
اسلوب میں پیش کر کے ایک منفرد
مقام کے حامل ہوں گے۔ موصوف کا
مقدمہ عقلی اور تجرباتی اعتبار سے بڑے
معرکہ کی چیز ہے اور انداز بیان
انتہائی شگفتہ۔
ہم مترجم و مرتب اور
کارکنان ادارہ کو مبارک پیش کرتے
ہیں اور دعا گو ہیں کہ یہ کتاب راہ
حق سے بھکے ہوئے لوگوں کے لئے
ہدایت کا باعث بنے اور مصنف و
مترجم وغیرہ سب کے لئے ذخیرہ آخرت۔
اپنی معنوی خوبیوں کے ساتھ
ساتھ ظاہری اعتبار سے کتاب خوب
ہے اور قیمت انتہائی واجبہ۔ امید
کہ اہل ذوق اس کی قدر کریں گے۔

مقامات زواریہ

از جناب محمد اعظمی صاحب
قیمت: -/۴۰ روپے
ملنے کا پتہ: ادارہ مجددیہ ۷/۵-۲ ایچ
ناظم آباد ۲۵، کراچی ۱۱

حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ صاحب قدس سرہ کا نام و تذکرہ خدام الدین کے صفحات میں بار بار آچکا ہے۔ موصوف سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے عظیم المرتبت شیخ اور علوم و معارف کے میدان میں اپنی ایک منفرد حیثیت کے حامل تھے۔ عمدۃ الفقہ جیسی مستند کتاب ان کی علمی یادگار ہے جو فقہی مسائل کا بلاشبہ دائرۃ المعارف ہے۔ پھر حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کا بسوط و محققانہ تذکرہ اور آپ کے جانشین و خلیف الرشید حضرت خواجہ محمد معصوم رحمہ اللہ نقالہ کی سوانح بعنوان انوار معصومیہ ان کی یادگار ہے ہیں جن سے اپنے سلسلہ کے اکابر کے ساتھ ان کے تعلق قلبی کا اندازہ ہوتا ہے۔ اسی طرح خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمہ کے مکتوبات عالیہ کا ترجمہ اور حضرت مجدد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے بعض رسائل کا ترجمہ ان کی وہ قلمی یادگار ہے ہیں جو رہتی دنیا تک ان کا نام زندہ رکھیں گی۔ اہل سلسلہ اور طلباء تاریخ کی ان سے بڑی توقعات وابستہ تھیں لیکن سنہ ۱۲۴۰ھ کے رمضان میں وہ اپنے اللہ کے یہاں پہنچ گئے اور ایک دنیا کو غم و اندوہ میں مبتلا کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت مرحوم کے عزیز ترین عقیدت مند حاجی محمد اعلیٰ صاحب قرشی زید مجدد آپ کی زندگی میں آپ کی نصیفات و تراجم کے ذمہ دار تھے۔

انہوں نے آپ کی سوانح مرتب کرنے کا بیڑہ اٹھایا اور اس سلسلہ میں ملک کے ارباب ہمت سے رابطہ کیا۔ ان حضرات کی توجہ سے جو مواد میسر آیا اس کی روشنی میں ۳۵۲ صفحات کی یہ خوبصورت کتاب مرتب ہو کر سامنے آگئی جس کا پیش لفظ محترم ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحب کا لکھا ہوا ہے تو حالات زندگی کا خاکہ خود مرتب کا۔ اس کے بعد شاہ صاحب کے معمولات اور اپنے کی اتباع سنت پر دو انتہائی قابلِ مطالعہ آپ کے صاحبزادے سید فضل الرحمن صاحب کے قلم سے ہیں جو انتہائی اہمیت کے حامل ہیں۔ پھر وفات پر مولانا محمد مظہر بقا کا نہایت پُر اثر مضمون ہے۔ پھر شاہ صاحب کے مکتب کا ترتیب جو مرتب نے ترتیب دے کر شامل کئے ہیں اس کے بعد سید فضل الرحمن صاحب کا مضمون اسلام اور شاعری پر ہے تو ڈاکٹر حنیف احمد صاحب نے شاہ صاحب کی شاعری پر روشنی ڈالی ہے۔ ملفوظات کا حصہ مولانا محمد مظہر بقا نے مرتب کیا ہے۔ تو ایک مجموعہ صوفی ذوالفقار صاحب کی محنت کا ثمر ہے۔ ارشادات کے عنوان سے ایک مضمون حاجی شبیر اللہ صاحب نے ترتیب دیا ہے اور پھر آپ کی فقہی بصیرت پر مولانا محمد مظہر بقا نے قلم اٹھایا۔ اسی طرح کشف و کرامات کا باب بقا صاحب نے

ہی لکھا ہے۔

بعد ازاں مولانا محمد صادق، ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں، حضرت مولانا خان محمد صاحب (عالم نقاہ سراجیہ مجددی کنڈیاں) مولانا مفتی عتیق الرحمن عثمانی دہلی، مولانا مفتی ولی حسن ٹونکی، مولانا عبدالرشید نعمانی، مولانا محمد سلیم علوی، مولانا مظہر علی خاں، مولانا محبوب الہی، حافظ رشید احمد ارشد، مدیر خدام الدین، جناب ثنا الحق صدیقی، ڈاکٹر ظہور احمد، حاجی سراج الدین، حاجی محمد حسین کا پڑیا اور مولانا سید محبوب حسن وغیرہ جیسے حضرات کے گرانقدر مقالات شامل کتاب ہیں۔ اور بھی بعض چیزیں ہیں جن سے کتاب کی افادیت دوچند ہو گئی۔ حاجی محمد اعلیٰ صاحب بڑے خوش قسمت ہیں جنہوں نے ایسے ایسے مردانِ کار سے مضامین فراہم کر کے اپنے شیخ کی سیرت اس طرح مرتب کر دی۔ وہ مستحقِ تبریک ہیں اور ہمیں یقین ہے کہ یہ گلدستہ انشاء اللہ تعالیٰ اہل دل کے لئے انتہائی کارآمد ہوگا۔ ہم اس عجلانہ نافعہ کے مطالعہ کی زبردست سفارش کرتے ہیں۔

● بہترین سے بہترین انسان وہ ہے جس کا ہر قدم رضائے الہی کے لئے اٹھے۔

(حضرت ابوسفیانؓ)

بقیہ : حضرت شاہ ولی اللہ

اماموں اور خلفاء کی سیرتوں کی روشنی میں قبول کریں گے۔ آج بھی اور ہر زمانے میں ہر قوم کا یہی خاصہ طبعی رہا ہے۔" (صفحہ ۱) اس کے ساتھ شاہ صاحب نے اس پر زور دیا ہے کہ کسی پیغمبر نے اپنی کوئی الگ شریعت کسی قوم پر نہیں نھوپی بلکہ نہایت

دیدہ وری سے قوم کے رسم و رواج اور ان کے طریق زندگی ، ان کے تہذیبی اور تمدنی حالات کا جائزہ لیا پھر قانون الہی کے مطابق ان میں جو خیر حق اس کو تو علی حالہ رکھا اور جو چیزیں شر محض تھیں انہیں روک دیا اور جس میں خیر و شر کے دونوں پہلو تھے ان میں اس طرح ترمیم و اصلاح کی کہ خیر غالب آ گیا۔ اور یہی ایک وارث علوم نبوت مجتہد

عالم کا کام ہونا چاہیے۔ آج کا دور اپنی گونا گوں ایجادات اور سائنسی اکتشافات کے سبب جس پنج پر جا چکا ہے اس کے لئے اہل علم کا سر جوڑ کر بیٹھنا اور حالات کا نگاہ اور شکوہ بحث ہوگا اللہ تعالیٰ ہم سب پر اپنا کرم فرمائے اور اپنی علمی ذمہ داریاں احسن طریق سے نبھانے کی توفیق فرمائے۔ ضروری ہے۔

سلام عقیدت بحضور سیدنا عثمانؓ ذوالنورینؓ

جامع القرآن ذوالنورینؓ پر لاکھوں سلام	صاحب الایمان ذوالنورینؓ پر لاکھوں سلام
جانشین مصطفیٰؐ دو نور والے ماہتاب	حضرت عثمانؓ ذوالنورینؓ پر لاکھوں سلام
عقد میں دو بیٹیاں آئیں رسول اللہؐ کی	ذوالکرم ذی شان ذوالنورینؓ پر لاکھوں سلام
دست محبوب خدا تھا بیعت رضواں تیرا	عظمت عثمانؓ ذوالنورینؓ پر لاکھوں سلام
قلزم جو دو سخا و پیکر شرم و حیا	حلم کے سلطان ذوالنورینؓ پر لاکھوں سلام
پی لیا جام شہادت پیش قرآن مبین	عاشق و تران ذوالنورینؓ پر لاکھوں سلام

ہے اگر دعویٰ غلامی کا تجھے اختر تو بھیج

ہر گھڑی ہر آن ذوالنورینؓ پر لاکھوں سلام

شجاع آبادی

محمد سیّد مرتضیٰ
